مؤلف

محمد حسین مشاہد رضوی

(ایم۔ اے، ریسرچ اسکالر)

نام : اردو کی دلچسپ اور غیر معروف صنعتیں

مؤلف : محمد حسین مشاہد رضوی

تعارف : عبدالرشید صدیقی

کمپیوٹر کمپوزنگ : فضیل الرحمٰن

حرا کمپیوٹرس، اسلام پورہ، مالیگاؤں Ph : (02554)234460

طباعت : نورانی آفسیٹ پریس، مالیگاؤں

ناشر : محمد رضا عبدالرشید، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں

صفحات : 24

سال اشاعت : ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

تعداد اشاعت : 1000

قیمت : 8 روپے

ملنے کے پتے:

۱) مدینہ کتاب گھر، نزد مدینہ مسجد، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں

۲) سٹی بک ڈپو اینڈ جنرل اسٹورس، قصاب باڑہ مسجد شاپنگ سینٹر، محمد علی روڈ، مالیگاؤں

۳) دفتر بزم اطفال، 1032، اسلام پورہ، مالیگاؤں Ph : (02554)234460

مؤلف کا پتہ

سروے نمبر ۳۹، پلاٹ نمبر ۱۴، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں (ناسک)

لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے!

تحریر: غلام مصطفیٰ اثر صدیقی

محبی مشاہد رضوی نے متروک اردو اصناف سخن کی وضاحت و سفارش کا ایک منظر نامہ مرتب کیا ہے۔ یقیناً موصوف نے اردو ''موہن جوداڑو'' کی کھدائی سے اردو نظمیہ صنعتوں کے گم شدہ وگم گشتہ جزائر کو واسکوڈی گاما کی طرح تلاش کرنے کی محققانہ کوشش کی ہے۔ جو راقم کی تبحراتی کاوشات وادبی ریاضت کا عنوان تو ضرور ہے مگر یہ صنعتیں وہ جامۂ سخن ہیں جو اپنی تنگ دامانی کی باعث فکر ونظر اور خواب وخیال کو زیب تن نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ ایلیٹ کا خیال ہے ''فکر سے فن کو آب وتاب ملتی ہے'' جید مشاہدہ ہے کہ ان صنعتوں میں صنائع کے سب نجوم تو ضرور درخشاں ہو جاتے ہیں مگر بدائع کے مہر وماہ بجھ جاتے ہیں۔ یہ خامہ فرسائیاں دل والوں کی دل لگی کا افسانہ ضرور ہے مگر آیتِ بصیرت کی تفسیر نہیں۔ یہ صنعتی مشقتیں ذہن سوزی کا سلسلہ تو ہوسکتی ہیں مگر فنکارانہ عبادت کی دستاویز نہیں بن سکتیں۔ یقین کرنا پڑے گا کہ جذبہ اور تخیل کی وہیل مچھلیاں ایسے ریشمیں جالوں میں نہیں پکڑی جا سکتیں جبکہ اردو دنیا کا یہ حال ہے کہ غزل کی ''ہمہ دانی، گل شناسی، جہاں بینی، عالم آشنائی، معراج رمزیت اور دروں بینی'' سے بھی مرزا غالب کو ''تنگنائے غزل'' کی شکایت ہے۔ یہ امر محکم ہے کہ تخلیقی شعرائے کرام کو ان ادبی بھول بھلیوں اور بارہ دریوں کی سیاحت کا کوئی شغف نہیں ہوتا۔

یہ اردو اصناف سخن نہ تو حضرت ناسخ کی اصلاحی سرگرمیوں سے متروک ہوئیں نہ مولانا محمد حسین آزاد کی تنقید وتنقیص کی یورشات سے، نہ حالی کے ''مقدمۂ شعر وشاعری'' کی یلغار سے یہ ختم ہوئیں، نہ جوش کے جوشیلے خطبات سے...... بلکہ منقوط وفوقانیہ، معکوس ومحاذ، رقطا وخیفا، موصل وتقلیب

، محاذو ترصیع ، مہملہ و تحتانیہ ، مقابلہ و مرصعہ ، ترصیع و ترافق سے دیگر بیان شدہ اصناف سخن خود بخود اپنی ''خالص کمالیت'' اور غیر ضروری ''مشقت سخن'' کی باعث اردو قافلۂ سخن سے بچھڑ کر ''نذرِ دشت کمال'' ہو گئیں۔ ان تمام صنعتوں میں سخن ور کی طبعی موزونیت، قلمی مشق اور لفظی اٹھا پٹک کا تو خوب خوب اظہار ممکن ہے مگر تخیل کی بندش اور زنجیر بندی ناممکن ہے۔ یہ صنعتیں میدان ادب کا وہ ''بازیچۂ اطفال'' ہیں۔ جن میں شعری لطفؔ و ذہنی عیش اور ادبی تلذذ کا تو امکان ہے مگر کسی تخلیقی فن پارہ کی تشکیل و تعمیر کی چنداں گنجائش نہیں۔

اس عہد پر آشوب کی صبا رفتاری، انقلاباتِ زمانہ کی تیز رفتاری، انسانی اعلیٰ اقدار کی پائمالی، بلند اخلاقی روایات کی خستہ حالی اور بین الاقوامی خودغرض و مفاد پرست سیاسیات کی کارفرمائی نے اردو سامع و قاری اور مبصر و ناقد کو بھی حساس، تیز نظر اور فکر مند بنا دیا ہے۔ اس لئے کم از کم فی زمانہ اس قسم کی مشقت سخن کی پذیرائی کا تو کوئی بھی امکان نہیں ہے۔

مگر اردو کی بالغ نظر شخصیت مولوی عبدالحق نے لکھا ہے کہ ''تہذیبی ولسانی سیاق و سباق کی قیادت کے بغیر کسی بھی زبان کے ادب کی تعین قدر ناممکن ہے۔'' اس لئے راقم کی یہ تحریر اردو شعری، تہذیبی ولسانی سفر کی تشبیب و توقیر ضرور ہے۔ یہ اصناف سخن اردو وزینہ کی وہ پائیدانیں ہیں جن کے بغیر اردو نظمیہ کی تاریخ کی ترتیب و تدوین اور تزئین و تحسین ناممکن ہے۔ یہ صنعتیں بنیاد کے ان پوشیدہ پتھروں کی طرح ہیں جن سے زینت و زیبائشِ قصر تو نہیں ہوئی مگر جن کے بغیر قصر کی تعمیر و تشکیل کا امکان نہیں۔ اب یہ صنعتیں ان بیش قیمت نادرات کی طرح ہیں جن سے ''اردو میوزیم'' کا وقار و احتشام بحال ہے۔ یقیناً جناب محمد حسین مشاہد رضوی کی یہ کاوش اردو طلباء و طالبات کے لئے اک اور ''فرہنگ ادبیات'' سے کم نہیں۔

کائنات نجم النساء، مالیگاؤں
یکم اگست ۲۰۰۵ء

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اردو کی دلچسپ اور غیر معروف صنعتیں

صنائع و بدائع کی تحقیق کے سلسلے میں ایک فاضل سید اسماعیل رضا ذبیح ترمذی لکھتے ہیں:
بدیع کا مادہ ''بدع'' ہے جس کے معنی ہیں نئی بات کرنا اہل علم اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔البدیع و البدع الشئی الذی یکون اولاً۔یعنی وہ شئے جو سب سے پہلے پیدا ہوئی اور اس سے پہلے کچھ نہ ہو۔بدیع کے معنی ''المحدث العجیب '' (عجیب نئی چیز) کے بھی ہیں اور بدیع بمعنی ''مبدع'' بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔بدیع السموت و الارض۔ گویا بدیع اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔اس کے علاوہ بدیع اپنے مفعولی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔یعنی نئی معلوم کی ہوئی یا نئی ایجاد کی ہوئی چیز،اسی بناء پر خلفاء عباسیہ کے دور میں نئی نئی ادبی تشبیہات و استعارات اور صنائع کو بدیع کہنے لگے۔اس کے بعد یہ اصطلاح اپنے وسیع تر مفہوم میں ہر ادبی حسن کے لئے استعمال ہونے لگی۔یہاں تک کہ بدیع ایک علم کی حیثیت سے مرتب ہوا اور ادبی دنیا میں بلاغت کا ایک ایسا شعبہ قرار پایا۔جس کا تعلق ادبی اسلوب میں حسن پیدا کرنے سے رہا ہو۔
دوسری صدی ہجری میں بشار اور مسلم بن ولید العتائی جیسے عہد عباسی کے شعراء نے شعری صنعت گری کے اس فن کو اس قدر وسعت دی کہ صنائع کا استعمال وسیع پیمانے پر ہونے لگا۔اس کے بعد ابن المعتز نے اس علم پر محققانہ کام کیا اور بدیع کو پانچ بڑی انواع میں تقسیم کیا۔یعنی استعارہ،تجنیس،طباق و تضاد،رد العجز علی الصدر اور لف نشر۔

فن بدیع کو ان پانچ قسموں میں تقسیم کرنے کے باوجود ابن المعتز کو احساس ہوا کہ یہ تعداد کم و بیش بھی ہوسکتی ہے۔اس احساس کی بناء پر اس نے بارہ محاسن کا اور اضافہ کیا اس کے ایک صدی کے بعد یعنی چوتھی صدی ہجری میں ابو ہلال عسکری نے فن بدیع کو ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اس کی چھتیس انواع بیان کیں۔

ابن رشیق نے اپنی کتاب ''العمدہ'' میں '' المنزع و البدیع '' کے عنوان کے تحت ساٹھ سے زائد انواع بدیع کی توضیح کی ہے۔بقول ابن خلدون مغربی ممالک اسلامیہ شمالی افریقہ اور اندلس میں

ابن رشیق کی کتاب ''العمدہ'' بہت مقبول ہوئی۔ چنانچہ وہاں علم بدیع کی بڑی قدردانی اور ترویج ہوئی۔
چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوئل میں الشکاکی کی بدولت علم بدیع کی تاریخ کا علم البلاغت کی ایک جداگانہ شاخ کی حیثیت سے نیا دور شروع ہوا۔
آٹھویں صدی ہجری میں علم بدیع کے دو حصے بیان کئے گئے یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پھر ان کی متعدد قسمیں اور صورتیں محقق ہوئیں۔ پس کلام کا حسن اور شاعری کا جمال صنائع و بدائع کا معتدل استعمال قرار پایا۔ (معارف رضا، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، شمارہ ۱۹۸۸ء صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)
صنائع و بدائع شاعری کا حسن اور زیور ہے۔ جس سے کلام میں جان اور لطف پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر شاعری جسد بے روح معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے استعمال میں بڑے ہی قرینے اور سلیقے کی ضرورت ہے۔ اعتدال شرط اولین ہے اس لئے کہ اگر شاعر اعتدال کو خیر باد کہہ کو صرف صنعتوں کی دنیا میں کھو کر شعر کی تخلیق کرے گا تو ایسی صورت میں یقیناً شاعری کی تخلیق آمد کے بجائے آورد کی نذر ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شاعری کی تخلیق میں بے کیفی اور کم مائیگی کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی جو شاعری کے معائب سے ہے۔ انہیں خدشات کا احساس دلاتے ہوئے سید عابد علی اپنی کتاب ''شعر اقبال'' میں لکھتے ہیں:
''معانی لطیف کو لفظوں کا پیراہن حریری پہنانے کی کوششوں میں کبھی کبھی تانے بانے الجھ جاتے ہیں اور کبھی یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ پیراہن پھٹ جاتا ہے اور معانی کا جسم عریاں الفاظ کے پیراہن سے جھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔'' (شعر اقبال، سید عابد علی عابد، بزم اقبال، قلب روڈ، طبع دوم جون ۱۹۷۷ صفحہ ۳۵۶)
پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھتے ہیں۔
''صنعتیں کلام کا زیور ہیں ان کے استعمال کے لئے بھی ایک خاص سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سلیقہ بھی فطرت کی تائید کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ خالی زیور نہ حسن کی آرائش کر سکتا ہے نہ افزائش، جب تک سلیقہ اس کا ساتھ نہ دے۔ اگر کوئی گلے کا زیور پاؤں میں اور پاؤں کا زیور کان اور ناک میں لٹکا دے یا زیوروں اور اعضاء میں تناسب کا خیال نہ رکھے یا مناسب مقدار سے زیادہ پہن لے تو نتیجہ کیا ہوگا۔۔ یہی حال صنعتوں کا بھی ہے کہ اگر محل اور مقدار کی مناسبت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ان کا استعمال کلام کا حسن نہیں بلکہ عیب بن جائے گا۔''

(ہماری شاعری معیار و مسائل: پروفیسر مسعود رضوی ادیب لکھنؤ، صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲)
اردو کے شعراء نے جہاں ایک طرف شاعری سے اپنی شناخت قائم کی وہیں دوسری طرف انہوں نے اردو شاعری کو وہ بلندیاں اور رفعتیں بخشی ہیں کہ جن کی وجہ سے آج اردو ہر لحاظ سے ایک مکمل اور

پختہ زبان ہونے کا فکر حاصل کر چکی ہے۔ شاعری ایک تخلیقی فن ہے۔ ادبی صنعتیں اس میں حسن پیدا کرتی ہیں اس لئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اردو زبان کی جملہ صفات میں سب سے اہم اور نمایاں خوبی ہے اس کی ''صنعتی شاعری'' اردو میں یہ صنعت بھی دیگر اصناف کی طرح عربی و فارسی زبانوں سے آئی ہے۔

عربی زبان وادب میں سب سے پہلے ان محاسن کی طرف ۲۷۴ھ میں عبداللہ بن معتز عباسی نے توجہ دی۔ اس نے اس طرح کے سترہ محاسن شمار کئے۔ ابوالقاسم حریری کی تصنیف ''مقامات حریری'' کا انیسواں مقامہ ''صنعت خیفا'' (یعنی وہ صنعت جس میں شعر کا ایک حرف منقوطہ اور دوسرا غیر منقوطہ ہوتا ہے۔) پر مشتمل ہے۔ اسی کتاب کا اٹھائیسواں مقامہ اس صنعت پر لکھا گیا ہے جس میں شعر یا عبارت میں صرف حروف مہملہ ہی استعمال کئے جاتے ہیں اس صنعت کو ''صنعت مہملہ یا صنعت عاطلہ'' کہتے ہیں۔ فیضی کی مشہور عام کتاب ''سواطع الالہام'' بھی اسی صنعت کا شاہ کار ہے۔ نیز محمد ولی رازی کی سیرت پر ''ہادی عالم'' بھی اسی صنعت مہملہ کا نمونہ ہے۔ عربی زبان میں مولوی شمس الدین نے ''حدائق البلاغت'' کے نام سے اس موضوع پر بہترین کتاب تحریر کی ہے۔ اردو زبان میں بھی اس پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ مگر ان سب میں مولوی نجم الغنی خاں کی ''بحر الفصاحت'' سب سے ممتاز ہے اس کتاب میں انہوں نے ستاون لفظی اور چون معنوی یعنی کل ایک سو گیارہ صنعتیں شمار کی ہیں۔ عصر جدید کے شعرا ان صنعتوں کا استعمال شاذ و نادر ہی کر رہے ہیں۔ اکثر شعرا ان صنعتوں سے نابلد ہو کر رہ گئے ہیں۔ ادب کے طلبہ کے لئے ان صنعتوں کی جانکاری ضرورری ہو جاتی ہے اسی مقصد کے تحت اردو کی دلچسپ اور غیر معروف لفظی و معنوی صنعتیں پیش نظر رسالہ میں مع تمثیلات و توضیحات پیش کی جارہی ہیں۔ واضح ہو کہ اس رسالہ کی اشاعت کے سلسلہ میں جن حضرات نے بھی تعاون کیا ہے راقم ان کا شکر گزار ہے۔ خصوصاً استاذ محترم عبدالرشید صدیقی صاحب میرے بے حد مشکور ہیں کہ انہوں نے اس پر نظر ثانی کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی نیز جناب غلام مصطفٰے اثر صدیقی صاحب کا بھی راقم شکر گزار ہے کہ انہوں نے اس پر گرانقدر تاثر قلم بند کیا۔ اہل علم سے التماس ہے کہ اپنے قیمتی مشوروں سے ضرور نوازیں۔ بتقاضائے بشری کچھ خامیاں راہ پا گئی ہوں تو اس کی بھی نشاندہی کر دیں کہ آئندہ اس کی اصلاح کر لی جائے گی۔

محمد حسین مشاہد رضوی
مالیگاؤں

۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ بروز اتوار
بمطابق ۱۲ر جون ۲۰۰۵ء

۱) **اتصال تربیعی** :اس صنعت کو کہتے ہیں کہ چار مصرع اس طرح ہوں کہ ہر مصرع کا آخری کلمہ اس کے بعد والے مصرع کا ابتدائی کلمہ ہو۔ یہ ایک انتہائی مشکل صنعت ہے اور غیر معروف بھی۔ اردو کے بہت ہی کم شعراء کے یہاں اس کی مثال ملتی ہے۔ یہاں سعادت یار خان رنگینؔ اور امام احمد رضا بریلوی کے دواوین سے مثالیں پیش ہیں۔

فرہاد کو شیریں جو بہت آتی یاد   یاد سے اس کی اپنے دل کو رکھتا وہ شاد
شاد اس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اس کو   اس کو یاد شاد رہتا فرہاد

(سعادت یار خان رنگینؔ)

مذکورہ رباعی میں ☆ پہلا مصرعہ لفظ 'یاد' پر ختم ہوتا ہے دوسرا مصرع اسی سے شروع ہوتا ہے۔

☆ دوسرا مصرع لفظ 'شاد' پر ختم ہوتا ہے تیسرا مصرع اسی سے شروع ہوتا ہے۔

☆ تیسرا مصرع لفظ 'اس کو' پر ختم ہوتا ہے چوتھا مصرع اسی سے شروع ہوتا ہے۔

☆ چوتھا مصرع لفظ 'فرہاد' پر ختم ہوتا ہے اور پہلا مصرع اسی سے شروع ہوتا ہے۔

اگرچہ رنگینؔ کی مذکورہ رباعی سے صنعت اتصال تربیعی کا داعیہ پورا ہو گیا مگر ذیل میں امام احمد رضا بریلوی کی رباعی ملاحظہ کریں اس میں معنویت کا جو تدریجی ارتقاء ہے وہ رنگینؔ کے یہاں نہیں۔

جات بالا ترز و ہم جائہا   جائہا خود ہست بہر پائہا!
پائہا چہ بود کہ سرہا زیر پات   پات ہم کے چوں فرود آئی ز جات

اس میں ☆ پہلا مصرع لفظ 'جائہا' پر ختم ہوتا ہے دوسرا مصرع اسی سے شروع ہوتا ہے۔

☆ دوسرا مصرع لفظ 'پائہا' پر ختم ہوتا ہے تیسرا اسی سے شروع ہوتا ہے۔

☆ تیسرا مصرع لفظ 'پات' پر ختم ہوتا ہے چوتھا مصرع اسی سے شروع ہوتا ہے۔

☆ چوتھا مصرع لفظ 'جات' پر ختم ہوتا ہے اور پہلا مصرعہ اسی سے شروع ہوتا ہے۔

۲) **قطار البعیر** :قطار البعیر کے لغوی معنی اونٹوں کی قطار کے ہیں لیکن بیان کی اصطلاح میں اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں شعر کے مصرع اولیٰ کے آخری لفظ کو مصرع ثانی کے پہلے لفظ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً

جو ہر خوب کو درکار ہے آرائش خوب
خوب تو آپ خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر!

(ذوقؔ)

اس شعر کے پہلے مصرع کا آخری لفظ 'خوب' ہے اور وہی دوسرے مصرع کا پہلا لفظ ہے۔

۳) **صنعت محاذ** :اردو کی فنی شاعری کی یہ صنعت بھی اتصال تربیعی کی طرح عجیب و

یاد طیبہ کی ہے طلعت خانقاہ برکاتیہ

ہمسر اوج ثریا ہے ہر اک ذرہ یہاں

ہالۂ بدر شریعت خانقاہ برکاتیہ

درج بالا نظم کے مصرعوں کے پہلے حروف کو ملانے سے مشہور و معروف خانقاہ ''خانقاہ برکاتیہ'' کا نام بنتا ہے۔اس صنعت کو ترشیح اور ترقیم بھی کہتے ہیں۔

۳۵) تشطیر :لغوی معنیٰ ''چیرنا'' ہے۔اصطلاحاً اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں شعر کے دو مصرعوں کے بیچ موضوع سے ہم آہنگ مزید دو تضمینی مصرعوں کا اضافہ کرنا مثلاً:

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

دور دامن فکر کا از دست ہے

کام تیرا عام ہو ہی جائے گا

دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا (مؤلف)

ان میں حضرت رضا بریلوی کے مشہور و معروف شعر

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

کے دونوں مصرعوں کے درمیان دو تضمینی مصرعوں کا اضافہ کر کے تشطیر کا عمل کیا گیا ہے۔

۳۶) تذبیج :تضاد ظاہر کرنے کے لئے شعر یا کلام میں مختلف رنگوں کا استعمال کرنا صنعت تذبیج کہلاتی ہے۔مثلاً

یاں کے سپید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے

رات کو رو رو صبح کیا اور دن کو رو رو شام کیا (میر)

اس شعر میں 'سپید و سیاہ' میں تذبیج کا عمل ہے۔جو 'رات دن اور 'صبح و شام' کے تضاد کا اظہار ہے۔

۳۷) اشتقاق :اشتقاق کا مطلب ہے ایک کلمہ سے دوسرا کلمہ بنانا۔شعر یا کلام میں ایسے چند الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک ہی ماٰخذ اور ایک ہی اصل سے ہوں نیز وہ الفاظ کے اعتبار سے بھی موافقت رکھتے ہوں۔مثلاً

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے (رضا بریلوی)

مانگیں،مانگے اور مانگی' ایک ہی ماٰخذ سے ہوئے ہیں اسی طرح

؎ تو مرے حال سے غافل ہے مگر اے غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے (ذوقؔ)

اس شعر میں غافل، غفلت اور تغافل تینوں ایک ہی اصل سے نکلے ہیں۔

۳۸) **شبۂ اشتقاق** :وہ صنعت کہ کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک مآخذ سے نہ ہوں۔ مثلاً

؎ مشک بو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے
حوریو! عنبر سارا ہوئے سارے گیسو !!! (رضاؔ بریلوی)

اس شعر میں 'سارا' اور 'سارے' بظاہر ایک مآخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن دونوں جدا ہیں۔
سارا=خوشبودار ، سارے=تمام، کُل ،اسی طرح

؎ جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے (ذوقؔ)

کعبتیں اور کعبہ بظاہر ملتے جلتے ہیں لیکن ایک مآخذ سے نہیں۔
'کعبتین = جوئے کے مکعبی پانسوں کو کہتے ہیں اس کا تعلق 'کعبہ' سے نہیں ہے۔ یہ شبہ اشتقاق کی نادر مثال ہے۔

۳۹) **مقابلہ** :شعر میں پہلے چند ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ ان کا ذکر کرنے کے بعد پھر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو اوّل الذکر کے اضداد ہوں۔ صنعت مقابلہ کہلاتی ہے۔ مثلاً

؎ ظلمت کدہ میں میرے شب غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے (غالبؔ)

مصرع اول میں 'ظلمت کدہ' اور 'شب' میں موافقت ہے۔ اسی طرح 'غم' اور 'جوش' میں موافقت ہے پھر ان الفاظ کے مقابلے میں دوسرے مصرع میں چند ایسے الفاظ اس طرح ہیں 'ظلمت' کے مقابلے میں 'شمع'۔ 'شب' کے مقابلے میں 'سحر' اور 'جوش' کے مقابلے میں 'خموش'۔۔ اسی طرح

؎ ہو کر جمود گلشن جنت سے بے نیاز
دوزخ کے بے پناہ شراروں پہ رقص کر (شکیل بدایونیؔ)

اس میں 'جمود' کے مقابلے میں 'رقص'۔۔ 'گلشن' کے مقابلے میں 'شرارے' اور 'جنت' کے مقابلے میں 'دوزخ' صنعت مقابلہ کے تحت لائے گئے ہیں۔ اسی طرح

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زنان
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب (رضا بریلوی)

اس شعر میں 'حسن' کے مقابلے میں 'نام' - یوسف (علیہ السلام) کے مقابلے میں 'تیرے' یعنی ذات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم -- 'کٹیں' کے مقابلے میں 'کٹاتے' -- 'مصر' کے مقابلے میں 'عرب' -- 'انگشت' کے مقابلے میں 'سر' اور زناں' کے مقابلے میں 'مردان' صنعت مقابلہ کے تحت لائے گئے ہیں۔
مذکورہ شعر میں بلاغت کا حسن بڑا کیف آگیں ہے اور یہ پورا کا پورا صنعت مقابلہ میں ہے۔

۴۰) **مُرصّعہ**: اس صنعت کو کہتے ہیں کہ نظم مسلسل یا قصیدہ میں مطلع یا حسن مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس اشعار اس طرح نظم کیے گئے ہوں کہ ہر شعر کے پہلے مصرع کے آخر میں حروف تہجی کا بالترتیب ایک حرف آئے اور حرف "الف" سے شروع ہو کر "ی" پر ختم ہو مثال کے طور پر امام احمد رضا بریلوی کا قصیدہ مُرصعہ:

مصرع اولیٰ	حروف تہجی	مصرع ثانی
کعبے کے بدرالدجیٰ تم پر کروروں درود		طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود
اور کوئی غیب کیا، تم سے نہاں ہو بھلا	الف	جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود
ذات ہوئی انتخاب، وصف ہوئے لاجواب	ب	نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود
تم سے جہاں کی حیات، تم سے جہاں کا ثبات	ت	اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود
کیا ہیں جو بیحد ہیں لوث تم تو ہو غیث اور غوث	ث	چھینٹے میں ہو گا بھلا تم پہ کروروں درود
وہ شب معراج راج، وہ صف محشر کا تاج	ج	کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود
جان و جہان مسیح، داد کہ دل کو ہے جریح	ح	نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروروں درود
اف وہ رہِ سنگلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ	خ	اے مرے مشکل کشا تم پہ کروروں درود
تم سے کھلا باب جود، تم سے ہے سب کا وجود	د	تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود
خستہ ہوں اور تم معاذ، بستہ ہوں اور تم ملاذ	ذ	آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروروں درود
گرچہ ہیں بے حد قصور تم، ہو عفو و غفور	ر	بخش دو جرم و خطا تم پہ کروروں درود
بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز	ز	ایک تمہارے سوا تم پہ کروروں درود
آس ہے نہ کوئی پاس ایک تمہاری ہے آس	س	بس ہے یہی آسرا تم پہ کروروں درود
طارم اعلیٰ کا عرش جس کف پا کا ہے فرش	ش	آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود
کہنے کو ہیں عام و خاص ایک تمہیں ہو خلاص	ص	بند سے کر دو رہا تم پہ کروروں درود
تم ہو شفائے مرض خلق خدا خود غرض	ض	خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروروں درود

غریب ہے اور اتصال تربیعی سے بالکل مماثلت رکھتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں پہلے مصرع کا آخری لفظ دوسرے مصرع کا پہلا لفظ، دوسرے مصرع کا آخری لفظ تیسرے مصرع کا پہلا لفظ اور تیسرے مصرع کا آخری لفظ چوتھے مصرع کا پہلا لفظ مگر چوتھے مصرع کا آخری لفظ پہلے مصرع کا پہلا لفظ نہیں ہوتا جیسا کہ اتصال تربیعی میں ہوتا ہے۔ مثلاً

گردن تری شیشہ، آنکھ ہے پیمانہ
پیمانہ کی طرح چال ہے مستانہ
مستانہ ہر اک روش، ادائیں سرشار
سرشار نگہِ ساقی مے خانہ ! (سرشار)

صابر حسن علی جلالی

☆ مذکورہ رباعی میں پہلا مصرع پیمانہ، پر ختم ہوا ہے دوسرا مصرع اسی سے شروع ہوا ہے۔

☆ دوسرا مصرع 'مستانہ' پر ختم ہوا ہے تیسرا مصرع اسی سے شروع ہوا ہے۔

☆ تیسرا مصرع 'سرشار' پر ختم ہوا ہے اور چوتھا مصرع اسی سے شروع ہوا ہے۔

۴) **ترصیع** : یہ وہ صنعت ہے ہیکہ شعر میں دوسرے مصرعے کے تمام الفاظ پہلے مصرع سے کے ہم قافیہ ہوں۔ مثلاً

تیرا	باڑا	ہے	وہ	سے	در	ہیں	پلتے	اغنیا
تیرا	رستہ	ہے	وہ	سے	سر	ہیں	چلتے	اصفیا

(رضا بریلوی)

ہے	کی	سحر	کس	ادا	میں	نظر	ہوئی	کھبتی
ہے	کی	گجر	کسی	صدا	میں	جگر	ہوئی	چھبتی

(رضا بریلوی)

ان اشعار کے دونوں مصرعے مکمل طور پر ہم قافیہ ہیں۔

۵) **ترصیع مع التجنیس** : کسی شعر کے اندر ہم وزن الفاظ کے اندر تجنیس کی رعایت بھی ہو اور دونوں مصرع ہم قافیہ بھی ہوں۔ یعنی شعر کے مصرع میں بھی وہی لفظ ہو مگر اس کے معنی دوسرے لئے جائیں تو اس صنعت کو 'ترصیع مع التجنیس' کہتے ہیں۔ مثلاً

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے بات
نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہے بات

بات	ہے	کلائی	نہ	پہونچا	نہ
بات	ہے	کل آئی	نہ	پہونچا	نہ

دونوں مصرعے مکمل طور پر ہم قافیہ ہیں مگر پہلے مصرعے میں "کلائی" اور دوسرے مصرع میں "کل آئی" میں تجنیس ہے۔ (مرتب)

۶) **مثلّث** : اس صنعت کے تحت رباعی کے تین مصرعے اس خوبی سے قلمبند کئے جاتے ہیں کہ ان تینوں کے ابتدائی الفاظ سے چوتھا مصرع بنالیا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک دلچسپ اور غیر معروف صنعت ہے۔ مثلاً

تجھ سا نہیں پیارا کوئی اے رشکِ قمر
محبوب کوئی نہ ہو گا تجھ سے بہتر
اے دلبر نازنین تجھے کہتے ہیں سب
تجھ سا نہیں محبوب کوئی اے دلبر !

اس رباعی کے پہلے مصرع کے ابتدائی الفاظ ''تجھ سا نہیں''۔ دوسرے مصرع کے ابتدائی الفاظ ''محبوب کوئی''۔ اور تیسرے مصرع کے ابتدائی الفاظ ''اے دلبر'' کو ملا کر پڑھنے سے رباعی کا چوتھا مصرع ''تجھ سا نہیں محبوب کوئی اے دلبر'' بنتا ہے۔

۷) **مربع** : یہ بھی اردو کی دلچسپ ترین صنعت ہے۔ اس کے تحت اشعار کے مصرعوں کو چار چار خانوں میں اس ترتیب سے لکھا جاتا ہے کہ ان کو طول و عرض یکساں طور پر پڑھا جا سکے اور لفظی و معنوی ترکیب میں کوئی فرق نہ ہو۔ مثال کے طور پر

کروں کیا	خفا ہے	الٰہی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھ سے	عبث کیوں	سمن بر
الٰہی	عبث کیوں	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستم گر

۸) **معمّا** : یہ صنعت شعری جدت کا کمال ہے۔ اس شعر کے اندر شاعر لفظی اشارے یا حرفی دلالت کے ذریعہ کوئی نام یا عبارت یا تاریخ وغیرہ لاتا ہے۔ جو حیرت میں ڈالنے والی ہوتی ہے۔ مثلاً مومن خان مومن نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تاریخ وفات درج ذیل شعر سے استخراج کی ہے۔ جو صنعت معما کی انتہائی نادر مثال ہے۔

دست بیداد اجل سے بے سروپا ہو گئے
فقر و دیں، فضل و ھنر، لطف و کرم علم و عمل

درج بالا شعر کے دوسرے مصرع کے الفاظ فقر، دیں، فضل، ھنر، لطف، کرم، علم، عمل کو بے سروپا کر دیجئے ہر لفظ کا پہلا اور آخری حرف نکال دیجئے باقی بچے

ق	ی	ض	ن	ط	ر	ل	م
۱۰۰	۱۰	۸۰۰	۵۰	۹	۲۰۰	۳۰	۴۰

ان حروف کے الفاظ کو جمع کیا جائے تو ۱۲۳۹ھ برآمد ہوتا ہے یہی تاریخ رحلت ہے۔

۹) **مہملہ** :اس کو عاطلہ اور تعطیل بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ صنعت ہے جس میں شعر کا ہر حرف غیر منقوطہ ہوتا ہے۔ مثلاً

ہم طالع ہما مرا وہم رسا ہوا	طاؤس کلک مدح اڑا اور ہما ہوا	(انیس)
مطلع ہمارا مطلع مہر ھما ہوا	طاؤس کلک مدح اڑا اور ہوا ہوا	(دبیر)
ڈر رہا اللہ کا اعمال کا کردار کا	وسوسہ ہر دم رہا دل کو مآلِ کار کا	

درج بالا اشعار کے تمام ہی حرف بغیر نقطے والے ہیں اسکو 'غیر منقوط' بھی کہتے ہیں۔

۱۰) **منقوط** :شعر یا کلام میں تمام حروف نقطہ دار ہوں اسے صنعت منقوط کہتے ہیں۔ مثلاً

نے تیغ نے شقی بچے ، نے تیغ زن بچے
بنی بچی نہ چین جبیں نے ذقن بچے (انیس)

اس شعر کے تمام ہی حروف نقطہ دار ہیں۔ اسے منقوطہ بھی کہتے ہیں۔

۱۱) **فوقانیہ** :اس صنعت میں اشعار میں ایسے حروف لائے جاتے ہیں جن میں صرف اوپر نقطے ہوتے ہیں۔ مثلاً

''دلکشا، دلکش دل آرا دل ستاں''
مصطفیٰ صل علیٰ شاہنشہاں (مؤلف)

دل ہمارا ہر طرح عاشق ہوا دل دار کا
ناز کا انداز کا رفتار کا گفتار کا

دونوں شعر میں نقطہ دار حروف میں نقطے اوپر کی طرف ہیں۔
(دلکشا، دلکش، ستاں، مصطفیٰ، شاہنشہاں -- عاشق، ناز، انداز، رفتار، گفتار)

۱۲) **تحتانیہ** :اس صنعت میں اشعار میں ایسے حروف لائے جاتے ہیں جن کے نیچے نقطے ہوں۔ مثلاً

جور پر مائل اگر دلبر ہوا !
سب وہ مجھ پر یا مرے دل پر ہوا

اس شعر میں نقطہ دار حروف میں نقطے نیچے کی طرف ہیں۔ (جور، پر، دلبر، سب، مجھ، پر، یا، پر)

۱۳) **رقطا**: کسی مصرع یا شعر میں حروف اس ترتیب سے لائے جائیں کہ ایک حرف بالترتیب نقطے والا ہو اور دوسرا غیر منقوط۔ مثلاً

یہ برق کی ہے مثل بہت آب و تاب سے ہے
کیا قرب کیا بعید یہ برق عذاب ہے

اس شعر میں ایک حرف منقوط ہے اور دوسرا غیر منقوط ہے۔ شعر کا تجزیہ ملاحظہ کریں۔

ی	ہ	ب	ر	ق	ک	یے	ہ	یے	م	ث	ل	ب	ہ	ت	آ	ب	و	ت	ا	ب	س	یے	
م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	
ک	یے	ا	ق	ر	ب	ک	یے	ا	ب	ع	ی	د	یے	ہ	ب	ر	ق	ع	ذ	ا	ب	ہ	یے
غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م	غ	م

☆ م سے مراد منقوط ☆ غ سے مراد غیر منقوط

۱۴) **خیفا**: جس کے شعر یا مصرع کے ایک لفظ کے کل حروف منقوط اور دوسرے لفظ کے کل حروف بغیر نقطے والے ہوں اس کو صنعت خیفا کہتے ہیں۔ مثلاً

شب کو جشن سرور بخت رہا کار فیض مدار بخت رہا

درج بالا شعر میں ایک لفظ نقطہ دار ہے اور دوسرا غیر منقوط ہے۔ شعر کا تجزیہ ملاحظہ کریں۔

شب	کو	جشن	سرور	بخت	رہا
م	غ	م	غ	م	غ
کار	فیض	مدار	بخت	رہا	
غ	م	غ	م	غ	

۱۵) **واسع الشفتین** : اس صنعت میں اشعار میں ایسے حروف نہیں لائے جاتے جن کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹ مل جائیں۔ یہ بھی اردو کی ایک مشکل اور غیر معروف صنعت ہے۔ مثال کے طور پر پیش ہے امام احمد رضا بریلوی کی مکمل ایک نعت جس میں دونوں ہونٹ کسی بھی شعر میں نہیں ملتے

سید کونین سلطان جہاں! ظلِ یزداں شاہِ دیں عرش آستاں
کل سے اعلیٰ کل سے اولیٰ کُل کی جہاں کل کے آقا، کل کے ہادی، کل کی جاں
دلکشا، دلکش، دلآرا، دل ستاں کان جان و جانِ جان و شانِ شاں!
ہر حکایت ، ہر کنایت، ہر ادا ہر اشارت دل نشین و دل ستاں!
دل دے دل کو جانِ جاں کو نور دے اے جہانِ جان و اے جانِ جہاں!!
آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور روح دے اور روح کو راحِ جناں

اللہ اللہ آس اور ایسی آس سے اور یہ حضرت یہ در یہ آستاں!
تو وہ داتا اور اوروں سے رجا تو ہو آقا اور یاد دیگراں
تو ثنا کو ہے ثنا تیرے لئے ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں
التجا اس شرک و شر سے دور رکھ ہو رضا تیرا ہی غیراز این و آں
جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں
دل سے یوں ہی دور ہوں ہر ظن و ظاں

اس نعتیہ غزل میں ایسے حروف کا استعمال نہیں کیا گیا ہے جس کو بولتے وقت دونوں ہونٹ آپس میں مل جاتے ہیں پوری نعت پڑھ جایئے کہیں بھی ہونٹ آپس میں نہیں ملتے یہ صنعت واسع الشفتین کی نادر مثال ہے۔

۱۶) **واصل الشفتین** :یہ وہ صنعت ہے جس کے مطابق اشعار میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن میں وہ حروف زیادہ ہوں جن کو بولتے وقت دونوں ہونٹ مل جائیں مثلاً

فرشتے خدم ، رسول حشتم ، تمام امم ، غلام کرم
وجود وعدم حدوث وقدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
جناں میں چمن چمن میں سمن سمن میں پھبن پھبن میں دولہن
سزائے محن پہ ایسے منن یہ امن و اماں تمہارے لئے (رضا بریلوی)

اب اکبر تمہیں انعام مروّت بخشے
بانٹے مہرو محبت کبھی اسباب میں بھی (اکبر الہ آبادی)

ان اشعار میں زیادہ تر ایسے احروف کا استعمال کیا گیا ہے جن کو ادا کرتے وقت ہونٹ آپس میں مل جاتے ہیں۔(ب، پ، پھ، ف، م)

۱۷) **مقطع** :اس کو منفصل الحروف بھی کہتے ہیں اس صنعت میں ایسے حروف اشعار میں لائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے جدا لکھے جاتے ہیں مثلاً

آرزوئے رُوح اے دلدارآ
روک درد و آہ و زاری اب ذرا

درج بالا شعر میں ایک بھی لفظ مرکب نہیں ہے یہ شعر پورا کا پورا مفرد حروف سے مملو ہے اس صنعت کو ''مفرد الحرفین'' بھی کہتے ہیں۔

۱۸) **موصل** :اس صنعت میں مرکب حروف والے الفاظ ہی اشعار میں استعمال کئے جاتے ہیں

اس کو ''متصل الحروف'' بھی کہتے ہیں۔ مثلاً

عشق ہی عشق ہے نہیں ہے کچھ
عشق بن تم کہو کہیں ہے کچھ (میر)

ظلم کیا کیا جفائیں کیا کیا ہیں
عشق میں بھی بلائیں کیا کیا ہیں

ان اشعار میں ایک بھی مفرد حرف کا استعمال نہیں کیا گیا ہے تمام ہی الفاظ مرکب حروف والے ہیں۔

۱۹) **جامع الحروف**: ایک ہی شعر میں حروف تہجی کے تمام حروف کا استعمال جس صنعت میں کیا جاتا ہے اسے صنعت جامع الحروف کہتے ہیں۔ مثلاً

مظہر فیض و عطا منعم ذی جود و سخا
صلح کا مشرب و ثابت قدم اور زدوغا

اس شعر میں حروف تہجی کے تمام حروف کا استعمال ہوا ہے۔ شعر کا تجزیہ ملاحظہ کریں۔

م	ظ	ہ	ر	ف	ے	ض	و	ع	ط	ا	ن
۲۴	۱۷	۲۷	۱۰	۲۰	۲۸	۱۵	۲۶	۱۸	۱۶	۱	۲۵
ذ	ج	د	س	خ	ص	ل	ح	ک	ش	ط	ث
۹	۵	۸	۱۲	۷	۱۴	۲۳	۶	۲۲	۱۳	۲	۴
				ت	ز	غ	ق				
				۳	۱۱	۹۱	۱۲				

۲۰) **معکوس**: ایسی صنعت جس کے تحت شعر کے اندر ایسا لفظ لایا جائے جو الٹا سیدھا دونوں جانب سے یکساں پڑھا جائے تو اس کو صنعت معکوس کہتے ہیں۔ مثلاً

پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر 'درد' کی دوا
یوں ہو تو چارۂ غم الفت ہی کیوں نہ ہو (غالب)

اب تو ہے گریۂ خوں گوہر دامانِ عرب
جس میں دو 'لعل' تھے زہرا کے وہ تھی کانِ عرب (رضا بریلوی)

'باب' عطا تو یہ ہے جو بہکا ادھر اُدھر
کیسی خرابی اس نگھرے دربدر کی ہے (رضا بریلوی)

ے ہم صحبت بے خرد پریشان رہا
نا فہم کو سمجھا کے پشیمان رہا!
تعلیم سے جاہل کی جہالت نہ گئی
'نادان' کو الٹا بھی تو 'نادان' رہا

ان اشعار میں چند ایسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جن کو اگر الٹا سیدھا دونوں جانب سے پڑھا جائے تو وہی ہوگا۔(درد، لعل، باب، نادان)

۲۱) **عکس مستوی** :اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شعر میں ایک عبارت بیان کی جائے پھر اس کو الٹ کر اس طرح بیان کیجائے کہ تراکیب الفاظ وہی رہیں مثلاً

ے گلا کٹوا مزے لے لے کے پھرائے دل کہاں یہ دن
کبھی گردن ہو خنجر پر، کبھی خنجر ہو گردن پر (امیر مینائی)

ے یہ سر ہو اور وہ خاک در، وہ خاک در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے (رضا بریلوی)

ان اشعار میں 'کبھی گردن ہو خنجر پر' اور 'کبھی خنجر ہو گردن پر'۔۔ 'یہ سر ہو اور وہ خاک در' اور 'وہ خاک در ہو اور یہ سر' میں عکس مستوی ہے اسے عکس وطرد بھی کہتے ہیں۔

۲۲) **ترافق**:جب کسی نظم یا غزل کے چار مصرعے اس طرح ہوں کہ ان میں کسی مصرع کو بھی مصرع اول، دوم، سوم، اور چہارم کرلیں مگر مضمون وہی رہے اور اس کے معنی میں بھی کوئی فرق نہ آئے۔تو اس صنعت کو ترافق کہتے ہیں۔مثلاً

مفتوں ہوں اس شرم و حیا کا دل سے
عاشق ہوں اس ناز و ادا کا دل سے
شیدا ہوں اس زلف دو تا کا دل سے
کشتہ ہوں میں اس طرز وفا کا دل سے

اس کے چاروں مصرعے معنی و مفہوم کے اعتبار سے یکساں ہے۔

۲۳) **تقلیب** :اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شعر کو اس طرح موزوں کیا جائے کہ اس کے پہلے مصرع کے دونوں ٹکڑوں کو پلٹ دیا جائے تو دوسرا مصرع بن جائے مثلاً

ے مجھ سے گیا ما و من دیکھ کے تیرے نین
دیکھ کے تیرے نین مجھ سے گیا ما و من (ولی)

؎ آیا سحاب ساقی تو لا شراب ساقی
تولا شراب ساقی آیا سحاب ساقی
مت کر خراب ساقی تو بزم میکشاں کو
تو بزم میکشاں کو مت کر خراب ساقی
ہے یہ عذاب ساقی تو ہے ظفر سے بد تر
تو ہے ظفر سے بدت تر ہے یہ عذاب ساقی (ظفرؔ)

ان اشعار کے دونوں ٹکڑوں کو پلٹ کر پڑھنے سے دوسرا مصرع بن رہا ہے یعنی تقلیب ہو رہی ہے۔

۲۴) مقلوب کل :اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شعر میں ایسے الفاظ کا اہتمام کیا جائے کہ اس کو بالترتیب الٹا دیں تو بامعنی لفظ بن جائے۔جیسے انشاء اللہ خاں انشاء کے یہ پانچوں اشعار مقلوب کل میں ہیں۔

؎ ابھی جھڑ لگا دے 'بارش' کوئی مست بھر کے نعرہ
جو زمیں یہ پھینک مارے قدح 'شراب' الٹا
تو جو باتوں میں رکے گا تو یہ جانوں گا کہ سمجھا
مرے جان و دل کے 'مالک' نے مرا 'کلام' الٹا
مجھے 'مار' کیوں نہ ڈالے تری زلف الٹ کے کافر
کہ سکھا دیا ہے تو نے اسے لفظ 'رام' الٹا!
سحر ایک 'ماش' پھینکا جو مجھے دکھا کے اس نے
تو اشارہ میں نے تاڑا کہ ہے لفظ 'شام' الٹا!
فقط اک لفافہ پر ہے کہ خط 'آشنا' کو پہونچے
تو لکھا ہے اس نے 'انشا' یہ ترا ہی نام الٹا

- ☆ پہلے شعر کے مصرع اول میں لفظ 'بارش' آیا ہے دوسرے مصرع میں اس کا الٹا 'شراب'
- ☆ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں لفظ 'مالک' آیا ہے اس کا قلب 'کلام' بھی
- ☆ تیسرے شعر کے پہلے مصرع میں لفظ 'مار' آیا ہے دوسرے مصرع میں لفظ 'رام'
- ☆ چوتھے شعر کے مصرع اول میں لفظ 'ماش' آیا ہے دوسرے مصرع میں لفظ 'شام'
- ☆ پانچویں شعر کے مصرع اول میں لفظ 'آشنا' آیا ہے دوسرے مصرع میں لفظ 'انشاء'

۲۵) مقلوب بعض :اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شعر میں الفاظ کے بعض جزو کو الٹ کر پڑھا جائے تو وہی ہوگا۔ مثلاً

ماحیِ عصیاں ، حامی امت
شافعِ محشر ، نائب قدرت
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم (مؤلف)

اس شعر میں لفظ 'ماحی' اور 'حامی' کے جزو لفظی کی الٹ کر پڑھا جائے تو ماحی، سے حامی اور حامی سے ماحی بنتا ہے۔

۲۶) **مقلوب مستوی** : یہ وہ صنعت ہے جس میں کسی شعر کے اگر تمام کے تمام ہی حروف الٹ دیئے جائیں تو وہ شعر بن جائے اور مصرع میں کسی بھی قسم کا تغیر واقع نہ ہو اور وہ پہلے ہی کی طرح پڑھا جائے جیسے حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کا یہ شعر

شکر بترازوے وزارت بر کش
شو ہمرہ بلبل بلب ہر مہوش

دونوں مصرعوں کو الگ الگ شروع سے آخر تک یا آخر سے شروع تک پڑھیے۔ مصرع جوں کا توں رہے گا ذیل کا عربی شعر پورا کا پورا مقلوب مستوی کی صنعت پر مشتمل ہے۔

مودتہ تدوم لکل ھول
لو ھل کل مودتہ تدوم

۲۷) **ذوقافیتین**: اس صنعت کو کہتے ہیں کہ کلام یا شعر میں دو دو قافیے لائے جائیں مثلاً

اے جنوں دشت عدم کے کوچے کا ساماں کیا
جسم کے جالے کو میں نے چاک تا داماں کیا (آتش)

اگر حق نے بخشی ہے عقل نجیب
تو سن مجھ سے تو ایک نقل عجیب

پہلے شعر میں 'کا، ساماں/تا داماں' اور دوسرے شعر میں 'عقل نجیب اور نقل عجیب' دوہرے قوافی ہیں اس صنعت کو 'صنعت تشریع' بھی کہتے ہیں۔

۲۸) **ذولسانین** :شعر یا کلام کو اسطرح نظم کرنا کہ اسے دو زبانوں میں پڑھا جائے مثلاً

اَلاَ یَآ اَیُّھَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّ نَاوِلْھَا
کہ بریادِ شہِ کوثر بنا سازیم محفلہا (رضا بریلوی)

اس شعر کا پہلا مصرع عربی اور دوسرا مصرع فارسی میں ہے۔

۲۹) **سیاق الاعداد** :یہ وہ صنعت ہے کہ کلام میں اعداد لائے جائیں خواہ ترتیب وار خواہ

- چلنا مریض غم کو ترے آٹھ نو قدم
معلوم ہوئے ضعف سے دس بیس سو قدم (ظفر)

- پھپھولے دل پہ جو دس بیس داغ ہیں دو تین
تو قمقمے ہیں بہت اور چراغ ہیں دو تین (ظفر)

- ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں (رضا بریلوی)

- ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا (رضا بریلوی)

ان اشعار میں اعداد آٹھ، نو، دس، بیس، سو، دو، تین، پانچ، چار، ایک، سولاکھ کا استعمال کیا گیا ہے۔ اسے سیاقت الاعداد بھی کہتے ہیں۔

(۳۰) **مسمط**: وہ صنعت ہے کہ ہر شعر میں تین تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوں مثلاً

- ماہ شق گشتہ کی صورت دیکھو، کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو
مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو، کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں
لب پہ آ جاتا ہے جب نام جناب، منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب، اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں (رضا بریلوی)

ان میں مصرع اول کے دونوں ٹکڑے اور دوسرے مصرع کا پہلا ٹکڑا ہم قافیہ ہیں۔ (صورت دیکھو، رجعت دیکھو، قدرت دیکھو/ جناب، نایاب، بیتاب) اسی طرح شعر

- مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں، گریں لاکھ بار یہ بجلیاں
مری سلطنت یہی آشیاں، مری ملکیت یہی چار ہے (جگر مرادآبادی)

میں دھمکیاں، بجلیاں، آشیاں تینوں ہم قافیہ ہیں۔ اور

(۳۱) **تنسیق الصفات**: اس صنعت کو کہتے ہیں کہ کلام میں کسی کا ذکر صفات متواتر سے کریں اسے صنعت تواتر بھی کہتے ہیں مثلاً

- وہی نور رب، وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں یہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں (رضا بریلوی)

- تمہاری چمک تمہاری دمک، تمہاری جھلک تمہاری مہک

زمین و فلک ساک وسمک میں سکہ نشاں تمہارے ہے
تجاہل تغافل ، تبسم ، تکلم (رضا بریلوی)
یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہو کر (جگر مرادآبادی)
ان شعرا نے اپنے اپنے ممدوح کے مختلف اوصاف کا ذکر تواتر سے کیا ہے۔
(نور رب، ظل رب، چمک، دمک، جھلک، مہک، / تجاہل، تغافل، تبسم اور تکلم)

۳۲) لزوم مالا یلزم

:اس کا لغوی معنی ہے غیر ضروری کو ضروری قرار دینا۔ اصطلاحاً وہ صنعت لفظی جس کے مطابق کلام میں کوئی ایسی لفظی پابندی اختیار کر لی جائے جو شعری اظہار کے لئے لازم نہ ہو اس کی نمایاں مثال قافیے اور ردیف کا استعمال ہے۔ مثنوی کے لئے سات اور رباعی کے لئے صرف ایک وزن مقرر کر لینا بھی لزوم مالا یلزم کے مصداق ہے۔ شعری صناعی میں قدرت کلام کے مظاہرے کے لئے شعرا اکثر اس قسم کی پابندیاں اپنے اظہار پر عائد کر لیتے ہیں۔ بلاغت کی کتابوں میں جو مثالیں قوافی میں ایک دو حرف کی زیادتی یا کسی خاص حرف کے استعمال کی ملتی ہیں وہ بہت سے نئے شعرا کی ایسی کوششوں کے آگے ہیچ نظر آتی ہیں مثلاً

ترے بدن میں چنگاری سی کیا شئے ہے
عکس ذرا سا اور چمکنے والا میں
ترے لہو میں بیداری سی کیا شئے ہے
لمس ذرا سا اور بہکنے والا میں !
تری ادا میں پرکاری سی کیا شئے ہے
بات ذرا سی اور جھجکنے والا میں (باقی)

جن کے پہلے مصرعوں میں بھی قافیے کا التزام (چنگاری، بیداری، پرکاری سی کیا شئے ہے) رکھا گیا ہے پھر تکرار لفظی (ترے، تری، ذرا سا، ذرا سی) اسی پر مستزاد ہے۔

۳۳) تعقید

:لفظی معنی 'گرہ' یا 'فصل پڑنا' -- اصطلاحاً شعر یا کلام میں متصل اجزائے کلام کا ایک دوسرے سے دور واقع ہونا ہے۔ مثلاً

چمپئی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم
ایک عالم کا ہوا دل کے بغل میں چمپت (سودا)

چمپئی رنگ کا عالم' اور 'چمپت' ترکیبوں میں خاصا فصل واقع ہوا ہے۔ تعقید کی دو قسمیں ہیں۔ تعقید لفظی اور تعقید معنوی۔

۳۴) توشیح :اشعارِ مسلسل کے مصرعوں کے پہلے حروف کو جوڑنے سے کوئی عبارت یا نام ظاہر ہوتو اسے صنعت توشیح یا مؤشح کہتے ہیں۔مثال کے طور پر پیش ہے سید اولادِ رسول قدسی مصباحی کی ایک توشیحی نظم۔

خ - خانقاہوں کی امانت خانقاہ برکاتیہ
خلد جملہ اہلسنت خانقاہ برکاتیہ
ا - آج تک روحانیت کا ہے تسلسل برقرار
اعلیٰ حضرت کی ضمانت خانقاہ برکاتیہ
ن - نسل سرکار دو عالم سے ہے اس کا سلسلہ
نور الفت شہر برکت خانقاہ برکاتیہ
ق - قصر اخلاص و وفا اور کوثر جود و سخا
قلزم آثار و سنت خانقاہ برکاتیہ
ا - ابر رحمت بن کے عالم کی بجھائی تشنگی
ابرق فیض و عنایت خانقاہ برکاتیہ
ہ - ہمنوا اغیار کا اور ہمدم ابرار ہے
ہم رکاب شان و عظمت خانقاہ برکاتیہ
ب - برق باری سے کیا باطل کا خرمن پاش پاش
بارش حق و صداقت خانقاہ برکاتیہ
ر - رمز و اغلاق تصوف اس کے دامن کے اسیر
رہبر اہل طریقت خانقاہ برکاتیہ!
ک - کرب و ظلم و شر کی ہوتی ہیں یہاں سرکوبیاں
کربلا والوں کی رفعت خانقاہ برکاتیہ
ا - اشرف ملت، نجابت کے امیں حسنین کی
افضل و اعلیٰ نیابت خانقاہ برکاتیہ
ت - تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تاب عشق اعلیٰ حضرت خانقاہ برکاتیہ
ی - یک زباں ہو کر یہی کہتے ہیں سارے زائرین

آہ وہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط	ط	المدد اے رہنما تم پہ کروروں درود
بے ادب و بد لحاظ کر نہ سکا کچھ حفاظ	ظ	عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروروں درود
لوٹتے دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روز جمع	ع	آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروروں درود
سینہ کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ	غ	طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروروں درود
گیسو و قدم لام الف کر دو بلا منصرف	ف	لا کے زیر تیغ لا تم پہ کروروں درورد
تم نے برنگ فلق جیب جہاں کر کے شق	ق	نور کا تڑکا کیا تم پہ کروروں درود
نوبت در ہیں فلک خادم در ہیں ملک	ک	تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروروں درود
خَلق تمہاری جمیل خُلق تمہارا جلیل	ل	خَلق تمہاری گدا تم پہ کروروں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروروں سلام	م	تم پہ کروروں ثنا تم پہ کروروں درود
برسے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن	ن	ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروروں درود
اپنے خطاواروں کو اپنے ہی دامن میں لے لو	و	کون کرے یہ بھلا تم پہ کروروں درود
کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ	ہ	تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود
ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی	ی	کوئی کمی سرورا تم پہ کروروں درود
کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے	ے	ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

اس قصیدے میں 'الف' سے 'یائے' تک مکمل حروف تہجی کا بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا گیا ہے۔

کتابیات :

۱) حدائق بخشش : امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی۔
۲) شعر اقبال : سید عابد علی، مطبوعہ بزم اقبال، لاہور۔
۳) فن شاعری اور حسان الہند : مولانا عبد الستار ہمدانی، مطبوعہ مرکز اہلسنت، برکات رضا پور بندر۔
۴) فرہنگ ادبیات : سلیم شہزاد، مطبوعہ منظر نما پبلیشرز، مالیگاؤں
۵) کلام رضا : نظیر لدھیانوی، مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبا کپور
۶) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری : ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی۔
۷) ہماری شاعری معیار و مسائل : سید مسعود حسن رضوی ادیب، مطبوعہ لکھنو۔

رسائل و جرائد :

۱) المیزان